ٱلْمُزَّمِّل Al-Muzzammil

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

The Surah has been so designated after the word *al-muzzammil* occurring in the very first verse. This is only a name and not a title of its subject matter.

Period of Revelation

The two sections of this Surah were revealed in two separate periods.

The first section (verses 1-19) is unanimously a Makki revelation, and this is supported both by its subject matter and by the traditions of the Hadith. As for the question, in which specific period of the life at Makkah it was revealed,

it is not answered by the tradition, but the internal evidence of the subject matter of this section helps to determine the period of its revelation.

First, in it the Prophet (peace be upon him) has been instructed to the effect: Arise during the night and worship Allah so that you may develop the capability to shoulder the heavy burden of Prophethood and to discharge its responsibilities. This shows that this command must have been given in the earliest period of the Prophethood when training was being imparted to the Prophet (peace be upon him) by Allah for this office.

Secondly, a command has been given in it that the Quran be recited in, the *tahajjud* Prayer for half the night, or thereabout. This command by itself points out that by that time at least so much of the Quran had been revealed as could be recited for that long.

Thirdly, in this section the Prophet (peace be upon him) has been exhorted to have patience at the excesses being committed by his opponents, and the disbelievers of Makkah have been threatened with the torment. This shows that this section was revealed at a time when the Prophet (peace be upon him) had openly started preaching Islam and the opposition to him at Makkah had grown active and strong.

About the second section (verse 20) although many of the commentators have expressed the opinion that this too was sent down at Makkah, yet some other commentators regard it as a Madani revelation, and this same opinion is confirmed by the subject matter of this section. For it

mentions fighting in the way of Allah, and obviously, there could be no question of it at Makkah; it also contains the command to pay the obligatory zakat, and it is fully confirmed that the zakat at a specific rate and with an exemption limit (*nisab*) was enjoined at Al-Madinah.

Theme and Subject Matter

In the first seven verses the Prophet (peace be upon him) has been commanded to the effect: Prepare yourself to shoulder the responsibilities of the great mission that has been entrusted to you. Its practical form is that you should rise during the hours of night and stand up in Prayer for half the night, or for a little more or less of it.

In verses 8-14, he has been exhorted to the effect: Devote yourself exclusively to that God Who is the Owner of the whole universe. Entrust all your affairs to Him with full satisfaction of the heart. Bear with patience whatever your opponents may utter against you. Do not be intimate with them. Leave their affair to God. He Himself will deal with them.

Then, in verses 15-19, those of the people of Makkah, who were opposing the Prophet (peace be upon him) have been warned, so as to say: We have sent a Messenger to you just as We sent a Messenger to the Pharaoh. Just consider what fate the Pharaoh met when he did not accept the invitation of the Messenger of Allah. Supposing that you are not punished by a torment in this world, how will you save yourselves from the punishment for disbelief on the Day of Resurrection.

This is the subject matter of the first section. The second

section, according to a tradition from Saaid bin Jubair, was sent down ten years later, and in it the initial command given in connection with the *tahajjud* Prayer, in the beginning of the first section, was curtailed. The new command enjoined: Offer as much of the Tahajjud Prayer as you easily can, but what the Muslims should particularly mind and attend to is the five times obligatory Prayer a day; they should establish it regularly and punctually; they should discharge their zakat dues accurately; and they should spend their wealth with sincere intentions for the sake of Allah. In conclusion, the Muslims have been exhorted, saying: Whatever good works you do in the world, will not go waste, but they are like the provision which a traveler sends up in advance to his permanent place of residence. Whatever good you send up from the world, you will find it with Allah, and the provision thus sent up is much better than what you will have to leave behind in the world, and with Allah you will also get a much better and richer reward than what you have actually sent up before.

نام

پہلی ہی آیت کے لفظ المزمل کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ یہ صرف نام ہے، اس کے مضامین کا عنوان نہیں ہے۔

زمانۂ نزول

اس سورت کے دو رکوع الگ زمانوں میں نازل ہوئے ہیں۔

پہلا رکوع بالاتفاق مکی ہے۔ اس کے مضامین اور احادیث کی روایات دونوں سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

رہا یہ سوال کہ یہ مکی زندگی کے کس دور میں نازل ہوا ہے، اس کا جواب روایات سے تو نہیں ملتا، لیکن اس رکوع کے مضامین کی داخلی شہادت اس کا زمانہ متعین کرنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔

اولاً اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کیا کریں تاکہ آپ کے اندر نبوت کے بارِ عظیم کو اٹھانے اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی قوت پیدا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی دور ہی میں نازل ہوا ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس منصب کے لیے آپ کی تربیت کی جا رہی تھی۔

ثانیاً اس میں حکم دیا گیا ہے کہ نمازِ تہجد میں آدھی آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش قرآن مجید کی تلاوت کی جائے۔ یہ ارشاد خود بخود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس وقت قرآن مجید کا کم از کم اتنا حصہ نازل ہو چکا تھا کہ اس کی طویل قرات کی جا سکے۔

ثالثاً، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخالفین کی زیادتیوں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے اور کفار مکہ کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رکوع اس زمانے میں نازل ہوا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کی اعلانیہ تبلیغ شروع کر چکے تھے اور مکہ میں آپ کی مخالفت زور پکڑ چکی تھی دوسرے رکوع کے متعلق اگرچہ بہت سے مفسرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ بھی مکہ ہی میں نازل ہوا ہے، لیکن بعض دوسرے مفسرین نے اسے مدنی قرار دیا ہے، اور اس رکوع کے مضامین سے اسی خیال کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ اس میں قتال فی سبیل اللہ کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ مکہ میں اس کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا تھا، اور اس میں فرض زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، اور یہ بات ثابت ہے کہ زکوٰۃ ایک مخصوص شرح اور نصاب کے ساتھ مدینہ میں فرض ہوئی ہے۔

موضوع اور مضامین

پہلی سات آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ جس کارِ عظیم کا بار آپ پر ڈالا گیا ہے اس کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے آپ اپنے آپ کو تیار کریں، اور اس کی عملی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ راتوں کو اٹھ کر آپ آدھی آدھی رات، یا اس سے کچھ کم و بیش نماز پڑھا کریں۔

آیت 8 سے 14 تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلقین کی گئی ہے کہ سب سے کٹ کر اس خدا کے ہو رہیں جو ساری کائنات کا مالک ہے۔ اپنے سارے معاملات اسی کے سپرد کر کے مطمئن ہو جائیں۔ مخالفین جو باتیں آپ کے خلاف بنا رہے ہیں ان پر صبر کریں، ان کے منہ نہ لگیں اور ان کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیں کہ وہی ان سے نمٹ لے گا۔ اس کے بعد آیات 15 سے 19 تک مکہ کے ان لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر رہے تھے، متنبہ کیا گیا ہے کہ ہم نے اسی طرح تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف بھیجا تھا، پھر دیکھ لو کہ جب فرعون نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی تو وہ کس انجام سے دوچار ہوا۔ اگر فرض کر لو کہ دنیا میں تم پر کوئی عذاب نہ آیا تو قیامت کے روز تم کفر کی سزا سے کیسے بچ نکلو گے؟

یہ پہلے رکوع کے مضامین ہیں۔ دوسرا رکوع حضرت سعید بن جبیر کی روایت کے مطابق اس کے دس سال بعد نازل ہوا اور اس میں نماز تہجد کے متعلق اس ابتدائی حکم کے اندر تخفیف کر دی گئی جو پہلے رکوع کے آغاز میں دیا گیا تھا۔ اب یہ حکم دیا گیا کہ جہاں تک تہجد کی نماز کا تعلق ہے وہ تو جتنی باآسانی پڑھی جا سکے پڑھ لیا کرو لیکن مسلمانوں کو اصل اہتمام جس چیز کا کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ پنج وقتہ فرض نماز پوری پابندی کے ساتھ قائم رکھیں، فریضہ زکوٰۃ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے رہیں اور اللہ کی راہ میں اپنا مال خلوصِ نیت کے ساتھ صرف کریں۔ آخر میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ جو بھلائی کے کام تم انجام دو گے وہ ضائع نہیں جائیں گے بلکہ ان کی حیثیت اس سامان کی سی ہے جو ایک مسافر اپنی مستقل قیام گاہ پر پہلے سے بھیج دیتا ہے۔ اللہ کے ہاں پہنچ کر تم وہ سب کچھ موجود پاؤ گے جو دنیا میں تم نے آگے روانہ کیا ہے، اور یہ پیشگی سامان نہ صرف یہ کہ اس سامان سے بہت بہتر ہے جو تمہیں دنیا ہی میں چھوڑ جانا ہے، بلکہ اللہ کے ہاں تمہیں اپنے بھیجے ہوئے اصل مال سے بڑھ کر بہت بڑا اجر بھی ملے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔	In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.
یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾	اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔ *1	1. O you wrapped up in garments. *1

*1 To address the Prophet (peace be upon him) with these words and then to command him to rise and keep standing in the Prayer at night, shows that at the time he either lay asleep, or had wrapped himself up in a sheet in order to go to sleep. Here, to address him with: O you who sleeps wrapped up instead of with: O Prophet, or O Messenger, is a fine way of address, which by itself gives the meaning: Gone is the time when you used to enjoy peaceful sleep at will; now you lie under the burden of a great mission, whose demands and duties are different as well as onerous.

*1ان الفاظ کے ساتھ حضورؐ کو مخاطب کرنے اور پھر یہ حکم دینے سے کہ آپ اٹھیں اور راتوں کو عبادت کے لیے کھڑے رہا کریں، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت یا تو آپ سو چکے تھے یا سونے کے لیے چادر اُوڑھ کر لیٹ گئے تھے۔ اِس موقع پر آپ کو اے نبی یا اے رسول کہہ کر خطاب کرنے کے بجائے "اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے" کہہ کر پکارنا ایک لطیف اندازِ خطاب ہے جس سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اب وہ دور گزر گیا جب آپ آرام سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے۔ اب آپ پر ایک کارِ عظیم کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے جس کے تقاضے کچھ اور ہیں۔

2. Stand (in prayer) at night except a little. *2	کھڑے رہا کرو (نماز میں) رات کو مگر تھوڑا۔ *2	قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۙ ﴿۲﴾

*2 This can have two meanings:

(1) Pass the night standing up in the Prayer and spend only a little of it in sleep.

(2) There is no demand from you to pass the whole night in the Prayer, but have rest as well and spend a little part of the night in worship too. But in view of the theme that follows the first meaning seems to be more relevant, and the same is supported by Surah Ad-Dahr, Ayat 26, in which

it has been said: Prostrate yourself before Him in the night and glorify Him during the long hours of night.

*2 اِس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ رات نماز میں کھڑے رہ کر گزارو اور اس کا کم حصہ سونے میں صرف کرو۔ دوسرا یہ کہ پوری رات نماز میں گزار دینے کا مطالبہ تم سے نہیں ہے بلکہ آرام بھی کرو اور رات کا ایک قلیل حصہ عبادت میں بھی صرف کرو۔ لیکن آگے کے مضمون سے پہلا مطلب ہی زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور اسی کی تائید سورہ دہر کی آیت ۲۶ سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا، "رات کو اللہ کے آگے سجدہ ریز ہو اور رات کا طویل حصہ اُس کی تسبیح کرتے ہوئے گزارو"۔

3. Half of it, or lessen from it a little.	اسکا نصف یا کم کرلو اس سے تھوڑا ۔	نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ ﴿۳﴾
4. Or add to it, *3 and recite the Quran with measured recitation. *4	یا زیادہ کرلو اس پر *3 اور پڑھا کرو قرآن ٹھہر ٹھہر کر۔ *4	اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ ﴿۴﴾

*3 This is an explanation of the duration of time commanded to be spent in worship. In it the Prophet (peace be upon him) was given the option to spend half of the night in the Prayer, or a little less than that, or a little more than that. But the style shows that half the night has been regarded as preferable, for the measure is the same, which may be decreased or increased, as the people may like and choose.

*3 یہ اُس مقدارِ وقت کی تشریح ہے جسے عبادت میں گزارنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اِس میں آپؐ کو اختیار دیا گیا کہ

خواہ آدھی رات نماز میں صرف کریں، یا اس سے کچھ کم کر دیں، یا اس سے کچھ زیادہ۔ لیکن اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قابلِ ترجیح آدھی رات ہے، کیونکہ اُسی کو معیار قرار دے کر کمی و بیشی کا اختیار دیا گیا ہے۔

***4 Recite the Quran: Do not recite it quickly and in haste, but slowly and distinctly: pause at every verse so that the mind understands the meaning and purport of divine revelation well and takes effect from it. if it contains the mention of Allah's Being and Attributes, it may awe-inspire the heart with His glory and majesty. If it expresses His mercy, the heart may be filled with feelings of gratitude to Him. If it mentions His wrath and His punishment, the heart may be overwhelmed by fear of Him. If it enjoins something or forbids something, one may understand what has been enjoined and what has been forbidden. In short, the recital does not only consist in uttering the words with the tongue, but it should involve thoughtful consideration of the meaning. When Anas was asked about the Prophet's (peace be upon him) method of reciting the Quran, he replied: The Messenger (peace be upon him) stretched the words when reciting them. For example, when he recited *Bismillahir-Rahmanir-Rahim*, he would stretch and prolong the sound of Allah, Rahman and Rahim (Bukhari). When Umm Salamah was asked the same question, she replied that the Prophet (peace be upon him) recited every verse separately and distinctly and observed a pause at the end of every verse. For instance, he recited *Al-hamdu-lillahi Rabbil-alamin*, and paused, then recited *ar-Rahmanir-Rahim*, and paused, and then recited *Maliki-yaumid-din*. (Musnad Ahmad, Abu Daud, Tirmidhi). In another tradition, Umm Salamah has stated that the Prophet (peace**

be upon him) recited each word distinctly and clearly. (Tirmidhi, Nasai). Hudhaifah bin Yaman says: Once I stood beside the Prophet (peace be upon him) in the night Prayer to see how he recited the Quran. I noticed that he glorified Allah where He should be glorified, invoked and supplicated Allah where He should be invoked and supplicated, and sought refuge of Allah where His refuge should be sought. (Muslim, Nasai). Abu Dharr has stated that once during the night Prayer when the Prophet (peace be upon him) came to the sentence: *in-to-adhdhib-hum* ... (If You punish them, then they are Your servants; and if You forgive them, then You are Almighty, All-Wise), he went on repeating it over and over again until it became dawn. (Musnad Ahmad, Bukhari).

4*یعنی تیز تیز رواں دواں نہ پڑھو، بلکہ آہستہ آہستہ ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرو اور ایک ایک آیت پر ٹھیرو، تاکہ ذہن پوری طرح کلام الہٰی کے مفہوم و مدعا کو سمجھے اور اس کے مضامین سے متاثر ہو۔ کہیں اللہ کی ذات وصفات کا ذکر ہے تو اس کی عظمت وہیبت دل پر طاری ہو۔ کہیں اس کی رحمت کا بیان ہے تو دل جذبات تشکر سے لبریز ہو جائے۔ کہیں اس کے غضب اور اس کے عذاب کا ذکر ہے تو دل پر اس کا خوف طاری ہو۔ کہیں کسی چیز کا حکم ہے یا کسی چیز سے منع کیا گیا ہے تو سمجھا جائے کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ غرض یہ قرأت محض قرآن کے الفاظ کو زبان سے ادا کر دینے کے لیے نہیں بلکہ غور و فکر اور تدبر کے ساتھ ہونی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا طریقہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ الفاظ کو کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔ مثال کے طور پر انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر بتایا کہ آپ اللہ، رحمان اور رحیم کو مدّ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے (بخاری)۔ حضرت ام سلمہؓ سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضورؐ ایک ایک آیت کو الگ الگ پڑھتے اور ہر آیت پر ٹھیرتے جاتے تھے، مثلاً

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھ کر رُک جاتے، پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پر ٹھیرتے اور اس کے بعد رُک کر مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتے (مسند احمد۔ ابو داؤ۔ ترمذی)۔ دوسری ایک روایت میں حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضورؐ ایک ایک لفظ واضح طور پر پڑھا کرتے تھے (ترمذی۔ نسائی)۔ حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کی نماز میں حضورؐ کے ساتھ کھڑا ہو گیا تو آپ کی قرآت کا یہ انداز دیکھا کہ جہاں تسبیح کا موقع آتا وہاں تسبیح فرماتے، جہاں دُعا کا موقع آتا وہاں دعا مانگتے، جہاں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا موقع آتا وہاں پناہ مانگتے (مسلم، نسائی)۔ حضرت ابو ذر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کی نماز میں جب حضورؐ اِس مقام پر پہنچے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو تو غالب اور دانا ہے) تو اسی کو دُہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی (مسند احمد، بخاری)۔

5. Indeed, We shall send down upon you a heavy word. *5	بیشک ہم نازل کریں گے تم پر ایک بھاری کلام ۔ *5	اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝۵

*5 That is, you are being commanded to stand up in the night Prayer because We are going to send down on you a weighty word, to bear the burden of which you must develop necessary power in yourself, and you can develop this power only by abandoning your ease and comfort of the night and by standing up in the Prayer and passing half the night or thereabout in the worship of your Lord. The Quran has also been called a weighty word for the reason that acting on its commands, demonstrating its teaching practically, extending its invitation in the face of the whole world, and bringing about a revolution in the entire system of belief and thought, morals and manners, civilization and

social life, according to it, is indeed the weightiest task any human being ever has been charged with. It has also been called a weighty word because bearing the burden of its revelation was a difficult and heavy duty. Zaid bin Thabit says: Once revelation came down upon the Prophet (peace be upon him) in a state when he was resting his head upon my knee. I felt such a pressure of the weight on my knee that I thought it would break. Aishah says: I have seen the state of the Prophet's receiving revelation during intense cold, drops of perspiration started falling from his forehead. (Bukhari, Muslim, Malik, Tirmidhi, Nasai). In another tradition Aishah has stated: Whenever revelation came down on the Prophet (peace be upon him) while he was riding on his she-camel, the she-camel would be forced to rest her chest on the ground and could not move until the revelation was over. (Musnad Ahmad. Hakim, Ibn Jarir).

5*مطلب یہ ہے کہ تم کو رات کی نماز کا یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ ایک بھاری کلام ہم تم پر نازل کر رہے ہیں جس کا بارا ٹھانے کے لیے تم میں اُس کے تحمل کی طاقت پیدا ہونی ضروری ہے، اور یہ طاقت تمہیں اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ راتوں کو اپنا آرام چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھو اور آدھی آدھی رات یا کچھ کم و بیش عبادت میں گزارا کرو۔ قرآن کو بھاری کلام اس بنا پر بھی کہا گیا ہے کہ اس کے احکام پر عمل کرنا، اس کی تعلیم کا نمونہ بن کر دکھانا، اس کی دعوت کو لے کر ساری دنیا کے مقابلے میں اٹھنا، اور اس کے مطابق عقائد و افکار، اخلاق و آداب اور تہذیب و تمدن کے پورے نظام میں انقلاب برپا کر دینا ایک ایسا کام ہے جس سے بڑھ کر کسی بھاری کام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس بنا پر بھی اس کو بھاری کلام کہا گیا ہے کہ اس کے نزول کا تحمل بڑا دشوار کام ہے۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اِس حالت میں نازل ہوئی کہ آپ اپنا زانو میرے زانو پر رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔ میرے زانو پر اس وقت ایسا

بوجھ پڑا کہ معلوم ہوتا تھا اَب ٹوٹ جائے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے زمانے میں حضورؐ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے، آپ کی پیشانی سے اُس وقت پسینہ ٹپکنے لگتا تھا(بخاری، مسلم، مالک، ترمذی، نسائی)۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب کبھی آپ پر اس حالت میں وحی نازل ہوتی کہ آپ اونٹنی پر بیٹھے ہوں تو اونٹنی اپنا سینہ زمین پر ٹکا دیتی تھی اور اس وقت تک حرکت نہ کر سکتی تھی جب تک نزولِ وحی کا سلسلہ ختم نہ ہو جاتا(مسند احمد، حاکم، ابن جریر)۔

6. Indeed, the rising by night*6 is more effective for controlling the self, *7and more suitable for words. *8	بیشک اٹھنا رات کا ہے*6 یہ بہت کارگر قابو کرنے کے لیے نفس کو *7اور بہت درست ہے کلام کے لیے۔ *8	اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِيۡلًا ؕ ﴿۶﴾

*6 About the meaning of the word *nashiat allail*, as used in the original, the commentators and lexicographers have expressed four different viewpoints:

(1) That *nashiat* implies the person himself who rises at night.

(2) That it implies the hours of night.

(3) That it means the rising by night.

(4) That it does not only apply to the rising in the night but rising after having had some sleep, Aishah and Mujahid have adopted this fourth viewpoint.

*6اصل میں لفظ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ استعمال کیا گیا ہے جس کے متعلق مفسرین اور اہل لغت کے چار مختلف اقوال ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ ناشئہ سے مراد نفس ناشئہ ہے، یعنی وہ شخص جو رات کو اٹھے ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رات کے اوقات ہیں ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں رات کو اٹھنا۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ اس لفظ کا اطلاق محض رات کو اٹھنے پر نہیں ہوتا بلکہ سو کر اُٹھنے پر ہوتا ہے ۔ حضرت عائشہؓ اور مجاہدؒ نے اِسی چوتھے قول کو اختیار کیا ہے ۔

*7 The word *ashaddu wat-an* as used in the text is so vast in meaning that it cannot be explained in any one sentence. Its one meaning is: As the rising for worship by night and standing up for a long time in the Prayer is against human nature and the self of man seeks ease and comfort at that time, this act is an exercise which is most effective in controlling and disciplining the self. The person who governs himself by this method and gains dominance over his body and mind becomes able to use his power in the way of God, can work more efficiently and firmly to make the message of true faith prevail in the world. The second meaning is: This is a very effective means of producing harmony and concord between the heart and the tongue, for during these hours of the night none else intervenes between the servant and his God, and whatever man utters with his tongue in this state, is the very voice of his heart. The third meaning is: This is a very efficacious means of bringing about conformity between the exterior and the interior of man, for the person who in the solitude of the night would abandon his comfort and ease and arise for worship, would do so only out of sincerity: there can be no tinge of display and hypocrisy in this. The fourth meaning is: As this worship is harder on man than the worship of the daytime, it develops steadfastness in him: he is enabled to walk in the path of God more firmly and can face and endure the hardships of that way with greater constancy and determination.

*7 اصل میں لفظ اَشَدُّ وَطْأً استعمال ہوا ہے جس کے معنی میں اتنی وسعت ہے کہ کسی ایک فقرے میں
اسے ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ رات کو عبادت کے لیے اٹھنا اور دیر تک کھڑے

رہنا چونکہ طبیعت کے خلاف ہے اور نفس اُس وقت آرام کا مطالبہ کرتا ہے ، اس لیے یہ فعل ایک ایسا مجاہدہ ہے جو نفس کو دبانے اور اس پر قابو پانے کی بڑی زبردست تاثیر رکھتا ہے۔ اِس طریقے سے جو شخص اپنے آپ پر قابو پا لے اور اپنے جسم و ذہن پر تسلط حاصل کر کے اپنی اِس طاقت کو خدا کی راہ میں استعمال کرنے پر قادر ہو جائے وہ زیادہ مضبوطی کے ساتھ دینِ حق کی دعوت کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے کام کر سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ دل اور زبان کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا بڑا مؤثر ذریعہ ہے، کیونکہ رات کے اِن اوقات میں بندے اور خدا کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں ہوتا اور اس حالت میں آدمی جو کچھ زبان سے کہتا ہے وہ اس کے دل کی آواز ہوتی ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے ظاہر و باطن میں مطابقت پیدا کرنے کا بڑا کارگر ذریعہ ہے، کیونکہ رات کی تنہائی میں جو شخص اپنا آرام چھوڑ کر عبادت کے لیے اٹھے گا وہ لامحالہ اخلاص ہی کی بنا پر ایسا کرے گا، اس میں ریا کاری کا سرے سے کوئی موقع ہی نہیں ہے۔ چوتھا مطلب یہ ہے کہ یہ عبادت چونکہ دن کی عبادت کی بہ نسبت آدمی پر زیادہ گراں ہوتی ہے اس لیے اس کا التزام کرنے سے آدمی میں بڑی ثابت قدمی پیدا ہوتی ہے ، وہ خدا کی راہ میں زیادہ مضبوطی کے ساتھ چل سکتا ہے اور اس راہ کی مشکلات کو زیادہ استقامت کے ساتھ برداشت کر سکتا ہے۔

***8 Literally, Makes the speech most upright and sound. But the purport is to say that at that time man can read the Quran with greater peace of mind, attention and understanding. Ibn Abbas has explained it thus: That it is the most suitable time for man to ponder over the Quran well. (Abu Daud).**

*8 اصل میں اَقْوَمُ قِيْلًا ارشاد ہوا ہے جس کے لغوی معنی ہیں "قول کو زیادہ راست اور درست بناتا ہے"۔ لیکن مدعا یہ ہے کہ اُس وقت انسان قرآن کو زیادہ سکون و اطمینان اور توجہ کے ساتھ سمجھ کر پڑھ سکتا ہے۔ ابن عباسؓ اس کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ اجدر ان یفقہ فی القرآن، یعنی "وہ اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ آدمی قرآن میں غور و خوض کرے" (ابوداؤد)۔

7. Indeed, for you in the day is a prolonged occupation.	بیشک تمہیں دن کو ہے بہت طویل مصروفیت ۔	اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِيۡلًاؕ ۝۷
8. And remember the name of your Lord, *9 and devote yourself to Him with complete devotion.	اور ذکر کرو نام کا اپنے رب کے *9 اور متوجہ ہو اسی کی طرف سب سے بے تعلق ہوکر۔	وَ اذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ تَبۡتِيۡلًاؕ ۝۸

*9 After making mention of the occupation of the daytime, the exhortation to remember the name of your Lord by itself gives the meaning: Never be heedless of the remembrance of your Lord even when you are deeply involved in your worldly occupations, and continue to commemorate His name in one way or another at all times. (For explanation, see E.N. 63 of Surah Al-Ahzab).

*9 دن کے اوقات کی مصروفیتوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ ارشاد کہ "اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو" خود بخود یہ مفہوم ظاہر کرتا ہے کہ دنیا میں ہر طرح کے کام کرتے ہوئے بھی اپنے رب کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو اور کسی نہ کسی شکل میں اس کا ذکر کرتے رہو (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، الاحزاب، حاشیہ ٦٣)۔

9. Lord of the east and the west, there is no god except Him, so take Him as a Disposer of affairs. *10	ربّ مشرق اور مغرب کا ۔ نہیں کوئی معبود سوائے اسکے تو اسی کو بناؤ کارساز۔ *10	رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا ۝۹

*10 Wakil is a person in whom one has complete faith; so much so that one can entrust all his affairs to him with full satisfaction of the heart. Thus, the verse means: Do not feel

distressed at the hardships that you are experiencing at the storm of opposition that has been provoked by your invitation to the faith. Your Lord is He Who is the Owner of the East and the West, (i.e. of the whole universe) besides Whom no one else possesses the powers of Godhead. Entrust your affair to Him and be satisfied that He will fight your case, He will deal with your opponents, and He will look after all your interests well.

*10 وکیل اُس شخص کو کہتے ہیں جس پر اعتماد کر کے کوئی شخص اپنا معاملہ اُس کے سپرد کر دے۔ قریب قریب اِسی معنیٰ میں ہم اُردو زبان میں وکیل کا لفظ اُس شخص کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کے حوالہ اپنا مقدمہ کر کے ایک آدمی مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس کی طرف سے وہ اچھی طرح مقدمہ لڑے گا اور اسے خود اپنا مقدمہ لڑنے کی حاجت نہ رہے گی۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اِس دین کی دعوت پیش کرنے پر تمہارے خلاف مخالفتوں کا جو طوفان اُٹھ کھڑا ہوا ہے اور جو مشکلات تمہیں پیش آرہی ہیں اُن پر کوئی پریشانی تم کو لاحق نہ ہونی چاہیے۔ تمہارا رب وہ ہے جو مشرق و مغرب، یعنی ساری کائنات کا مالک ہے، جس کے سوا خدائی کے اختیارات کسی کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ تم اپنا معاملہ اُسی کے حوالے کر دو اور مطمئن ہو جاؤ کہ اب تمہارا مقدمہ وہ لڑے گا، تمہارے مخالفین سے وہ نمٹے گا اور تمہارے سارے کام وہ بنائے گا۔

10. And be patient over what they say, and depart from them, a departure which is noble. *11	اور صبر کرو اسپر جو یہ کہتے ہیں اور علیحدگی اختیار کرو ان سے۔ ایسی علیحدگی جو احسن طور پر ہو۔ *11	وَ اصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِيۡلًا ﴿۱۰﴾

*11 Depart from them does not mean break off all ties with them and stop preaching to them, but it means: Do not have intimate and friendly relations with them, disregard their foolish behavior and their nonsense. However, you should do so without showing any grief, anger or temper

but gracefully like a noble person, who would disregard the abusive remarks of a mean person without minding them at all. This should not create the misunderstanding that the Prophet's (peace be upon him) conduct was any different from it, therefore, Allah gave him this instruction. As a matter of fact, the Prophet (peace be upon him) was already following this very mode of conduct. This instruction was given in the Quran so as to tell the disbelievers: It is not due to any weakness on the part of the Prophet (peace be upon him) that he is not responding to what you are saying against him, but Allah Himself has taught His Messenger (peace be upon him) to adopt this noble way of conduct in response to your foolish behavior.

11* الگ ہو جاؤ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے مقاطعہ کر کے اپنی تبلیغ بند کر دو، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے منہ نہ لگو، ان کی بیہودگیوں کو بالکل نظر انداز کر دو، اور ان کی کسی بد تمیزی کا جواب نہ دو۔ پھر یہ احتراز بھی کسی غم اور غصے اور جھنجلاہٹ کے ساتھ نہ ہو، بلکہ اُس طرح کا احتراز ہو جس طرح ایک شریف آدمی کسی بازاری آدمی کی گالی سن کر اسے نظر انداز کر دیتا ہے اور دل پر میل تک نہیں آنے دیتا۔ اس سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل کچھ اس سے مختلف تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو یہ ہدایت فرمائی۔ اصل میں تو آپ پہلے ہی سے اِسی طریقے پر عمل فرما رہے تھے، لیکن قرآن میں یہ ہدایت اس لیے دی گئی کہ کفار کو بتا دیا جائے کہ تم جو حرکتیں کر رہے ہو ان کا جواب نہ دینے کی وجہ کمزوری نہیں ہے بلکہ اللہ نے ایسی باتوں کے جواب میں اپنے رسول کو یہی شریفانہ طریقہ اختیار کرنے کی تعلیم دی۔

11. And leave Me and those who deny, *12 the prosperous ones, and give them	اور چھوڑ دو مجھے اور جھٹلانے والوں کو *12 جو دولتمند ہیں اور انکو مہلت دے دو تھوڑی سی۔	وَذَرۡنِيۡ وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ اُولِي النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِيۡلًا ﴿۱۱﴾

respite a little.		

*12 These words clearly contain the sense that the people, who were actually denying the Prophet (peace be upon him) in Makkah and were inciting the common people to oppose and resist him by stirring up prejudices and by deceit and fraud, were the well-to-do, prosperous and affluent people, for it was their interests, which were being hit by the reforming message of Islam. The Quran tells us that this was not peculiar only to the Prophet’s case but in every age this very class of the people have been the main obstacle to every movement of reform. For example, see Surah Al-Aaraf, Ayats 60, 66, 75, 88; Surah Al-Mominoon, Ayat 33; Surah Saba, Ayats 34 35; Surah Az-Zukhruf, Ayat 23.

12*اِن الفاظ میں صاف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ مکہ میں دراصل جولوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے اور طرح طرح کے فریب دے کر اور تعصبات اُبھار کر عوام کو آپ کی مخالفت پر آمادہ کر رہے تھے وہ قوم کے کھاتے پیتے، پیٹ بھرے، خوشحال لوگ تھے، کیونکہ انھی کے مفاد پر اسلام کی اِس دعوت اصلاح کی زد پڑ رہی تھی۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہ معاملہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ ہمیشہ یہی گروہ اصلاح کی راہ روکنے کے لیے سنگِ گراں بن کر کھڑا ہوتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو الاعراف، آیات ۶۰۔۶۶۔۸۸۔ المومنون، ۳۳۔ سبا، ۳۴۔۳۵۔ الزخرف، ۲۳۔

12. Indeed, with us are heavy shackles, *13 and a blazing Fire.	بیشک ہمارے پاس ہیں بھاری بیڑیاں *13 اور بھڑکتی آگ ۔	اِنَّ لَدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّ جَحِيۡمًا ۙ ﴿۱۲﴾

*13 Heavy shackles in Hell will not be put on the criminals’ feet to stop them from escape but in order that they are not

able to stand up and move; these will not be used to prevent their escape but as an instrument of their torment.

*13 جہنم میں بھاری بیڑیاں مجرموں کے پاؤں میں اس لیے نہیں ڈالی جائیں گی کہ وہ بھاگ نہ سکیں، بلکہ اس لیے ڈالی جائیں گی کہ وہ اٹھ نہ سکیں۔ یہ فرار سے روکنے کے لیے نہیں بلکہ عذاب کے لیے ہونگی۔

13. And food that chokes and a punishment which is painful.	اور کھانا گلے میں اٹکنے والا اور عذاب درد دینے والا۔	وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾
14. On the Day, shake violently the earth and the mountains, and the mountains become a heap of sand, pouring. *14	جس دن کانپنے لگیں زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں ٹیلے ریت کے بھرتے ہوئے۔ *14	يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

*14 Since at that time the cohesive force to bind the parts of the mountains together will cease to work, first they will become like crumbling dunes of fine sand, then because of the earthquake which will be shaking the earth; the sand will scatter and shift and the whole earth will turn into an empty level plain. This last state has been described in Surah TaHa, Ayats 105-107, thus: They ask you, where will the mountains go on that Day. Say: My Lord will reduce them to fine dust and scatter it away. He will turn the earth into an empty level plain, wherein you will neither see any curve no crease.

*14 چونکہ اُس وقت پہاڑوں کے اجزاء کو باندھ کر رکھنے والی کشش ختم ہو جائے گی، اس لیے پہلے تو وہ باریک

بھر بھری ریت کے ٹیلے بن جائیں گے، پھر جو زلزلہ زمین کو ہلا رہا ہو گا اس کی وجہ سے یہ ریت بکھر جائے گی اور ساری زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی۔ اسی آخری کیفیت کو سورہ طٰہٰ آیات ۱۰۵ تا ۱۰۷ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ "لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ اِن پہاڑوں کا کیا بنے گا۔ کہو، میرا رب اِن کو دھول بنا کر اڑا دے گا اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا دے گا کہ اس میں تم کوئی بل اور سلوٹ نہ دیکھو گے"۔

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ رَسُولٗا شَٰهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ رَسُولٗا ﴿١٥﴾	بیشک ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف *15 ایک رسول گواہ بنا کر تم پر *16 جس طرح ہم نے بھیجا تھا فرعون کی طرف ایک رسول ۔	15. Indeed, We have sent to you *15 a messenger as a witness over you, *16 just as We had sent to Pharaoh a messenger.

*15 The address now turns to the disbelievers of Makkah, who were denying the Prophet (peace be upon him) and persecuting him relentlessly.

*15 اب مکہ کے اُن کفار کو خطاب کیا جا رہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے تھے اور آپ کی مخالفت میں سرگرم تھے۔

*16 Sending the Prophet (peace be upon him) to be a witness over the people also means that he should testify to the truth by his word and deed before them in the world and also that in the Hereafter when Allah's court is established, he will testify that he had presented the whole truth before the people in the world. (For further explanation, see E.N. 144 of Surah Al-Baqarah; E.N. 64 of Surah An-Nisa; Surah An-Nahl, Ayats 84, 89; E.N. 82 of Surah Al-Azab; E.N. 14 of Surah Al-Fath).

*16 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں پر گواہ بنا کر بھیجنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ دنیا میں اُن کے

سامنے اپنے قول اور عمل سے حق کی شہادت دیں، اور یہ بھی کہ آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کی عدالت برپا ہو گی اُس وقت آپ یہ گواہی دیں کہ میں نے اِن لوگوں کے سامنے حق پیش کر دیا تھا(مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اوّل، البقرہ، حاشیہ ۱۴۴۔ النساء، حاشیہ ۶۴۔ جلد دوم، النحل، آیات ۸۴، ۸۹۔ جلد چہارم، الاحزاب، حاشیہ ۸۲۔ جلد پنجم، الفتح، حاشیہ ۱۴)۔

16. Then Pharaoh disobeyed the messenger. So We seized him with a seizure which was firm.	سو نافرمانی کی فرعون نے رسول کی تو پکڑ لیا ہم نے اسکو ایک پکڑ میں جو بڑی سخت تھی۔	فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا ﴿۱۶﴾
17. Then how will you protect yourselves, if you disbelieve, on the Day that will make the children white haired. *17	تو کس طرح بچو گے تم اگر تم انکار کرو گے اس دن سے جو کر دے گا بچوں کو بوڑھا۔ *17	فَكَيۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ كَفَرۡتُمۡ يَوۡمًا يَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِيۡبَا ۖ ﴿۱۷﴾

*17 That is, in the first place, you should be afraid that if you do not accept the invitation of the Messenger (peace be upon him) sent by Us, you will have to meet the same evil end in this world, which the Pharaoh has already met in consequence of this very crime. But even if no torment is sent on you in the world, how will you save yourselves from the punishment of the Day of Resurrection.

*17یعنی اوّل تو تمہیں ڈرنا چاہیے کہ اگر ہمارے بھیجے ہوئے رسول کی بات تم نے نہ مانی تو وہ برا انجام تمہیں دُنیا ہی میں دیکھنا ہوگا جو فرعون اس سے پہلے اِسی جرم کے نتیجے میں دیکھ چکا ہے۔ لیکن اگر فرض کرو

السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿۱۸﴾	آسمان پھٹ جائے گا جس سے۔ یہ ہے اسکا وعدہ جو پورا ہو کر رہے گا۔	**18.** **The heaven will break apart therefrom. This is His promise that will be fulfilled.**
اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۱۹﴾	بیشک یہ تو ہے نصیحت ۔ سو جو چاہے اختیار کر لے اپنے رب کی طرف راستہ ۔	**19.** **Indeed, this is an admonition. So whoever wills, let him take to his Lord a path.**
اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَ نِصۡفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ	بیشک [*18] تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کھڑے ہوتے ہو (نماز میں) قریب دو تہائی رات اور اسکی نصف اور اسکی ایک تہائی [*19] اور ایک جماعت ان لوگوں میں جو تمہارے ساتھ ہیں [*20] ۔ اور اللہ اندازہ رکھتا ہے رات اور دن کا ۔ اسے معلوم ہے کہ نہ تم اسکا شمار کر سکو گے تو اس نے مہربانی کی تم پر۔ پس پڑھ لیا کرو جتنا تم سے آسانی سے ہو سکے قرآن میں سے [*21] ۔ اسے معلوم ہے کہ	**20.** **Indeed,[*18] your Lord knows that you stand (in prayer) nearly two thirds of the night, and half of it, and one third of it,[*19] and a group of those with you,[*20] And Allah measures the night and the day. He knows that you will not be able to keep count of it, so He has turned to you in mercy. So recite what is easy**

يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ ۙ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّ اَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾

ہونگے تم میں بیمار۔ اور بعض دوسرے سفر کرینگے زمین میں تلاش میں اللہ کے فضل کی۔ *22 اور بعض دوسرے لڑیں گے اللہ کی راہ میں *23۔ تو پڑھ لیا کرو جتنا تم سے آسانی سے ہو سکے اس میں سے۔ اور قائم کرتے رہو نماز اور ادا کرتے رہو زکوٰۃ *24 اور قرض دیتے رہو اللہ کو قرض حسنہ۔ *25 اور جو آگے بھیجو گے تم اپنے لئے عمل نیک اسکو پاؤ گے موجود اللہ کے پاس۔ یہی بہتر اور بہت عظیم ہے صلے میں *26۔ اور مغفرت مانگتے رہو اللہ سے۔ بیشک اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

for you of the Quran. *21 He knows that there will be among you sick, and others traveling in the land seeking from Allah’s bounty, *22 and others fighting in the cause of Allah. *23 So recite what is easy for you from it. And establish the prayer and give the poor due, *24 and loan Allah a goodly loan. *25 And whatever you may send forward for yourselves of good, you shall find it with Allah. That is better and greater in reward. *26 And seek forgiveness from Allah. Indeed Allah is All Forgiving, All Merciful.

*18 About this verse in which reduction has been made in the injunction concerning the *tahajjud* Prayer, there are different traditions. Musnad Ahmad, Muslim and Abu Daud have related a tradition, on the authority of Aishah, saying that this second command was sent down one year after the first command, and the standing up in the Prayer at night was made voluntary instead of obligatory. Another tradition which Ibn Jarir and Ibn Abi Hatim have related, again on the authority of Aishah, says that this command came down eight months after the first command, and a third tradition which Ibn Abi Hatim has related again from her, says that it came down sixteen months later. Abu Daud, Ibn Jarir and Ibn Abi Hatim have cited the period of one year from Abdullah bin Abbas. But Saeed bin Jubair has stated that it was sent down ten years later. (Ibn Jarir, Ibn Abi Hatim). In our opinion this last view is most sound, for the subject matter of the first section clearly shows that it was sent down in Makkah and that too in the earliest stage when at the most four years might have passed since the advent of Prophethood. Contrary to this, this second section, in view of the express evidence of its subject matter, seems to have been revealed at Al-Madinah when fighting had started with the disbelievers and the zakat also had been enjoined as an obligatory duty. On this basis inevitably the two sections should have been sent down at an interval of at least ten years between them.

*18 یہ آیت جس کے اندر نمازِ تہجد کے حکم میں تخفیف کی گئی ہے، اس کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مسند احمد، مسلم اور ابو داؤد میں یہ روایت منقول ہے کہ پہلے حکم کے بعد یہ دوسرا حکم

ایک سال کے بعد نازل ہوا اور رات کا قیام فرض سے نفل کر دیا گیا۔ دوسری روایت حضرت عائشہؓ ہی سے ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے یہ نقل کی ہے کہ یہ حکم پہلے حکم کے ۸ مہینہ بعد آیا تھا، اور ایک تیسری روایت جو ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کی ہے اس میں سولہ مہینے بیان کیے گئے ہیں۔ ابو داؤد، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک سال کی مدّت نقل کی ہے۔ لیکن حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ اس کا نزول دس سال بعد ہوا ہے (ابن جریر و ابن ابی حاتم)۔ ہمارے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے، اس لیے کہ پہلے رکوع کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ وہ مکہ معظمہ میں نازل ہوا ہے اور وہاں بھی اُس کا نزول ابتدائی دور میں ہوا ہے جبکہ حضورؐ کی نبوت کا آغاز ہونے پر زیادہ سے زیادہ چار سال گزرے ہوں گے۔ بخلاف اس کے یہ دوسرا رکوع اپنے مضامین کی صریح شہادت کے مطابق مدینہ کا نازل شدہ معلوم ہوتا ہے جب کفار سے جنگ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم بھی آچکا تھا۔ اس بنا پر لا محالہ اِن دونوں رکوعوں کے زمانہ نزول میں کم ازکم دس سال کا فاصلہ ہی ہونا چاہیے۔

*19 Although the initial command to the Prophet (peace be upon him) was to keep standing up in the Prayer for half the night, or thereabout, it was difficult to compute the time precisely in the absorption of the Prayer, especially when there were no watches either to measure time accurately; therefore, sometimes two thirds of the night passed in the prayer and sometimes only one-third of it.

*19 اگرچہ ابتدائی حکم آدھی رات یا اس کے کچھ کم و بیش کھڑے رہنے کا تھا، لیکن چونکہ نماز کی محویت میں وقت کا اندازہ نہ رہتا تھا، اور گھڑیاں بھی موجود نہ تھیں کہ اوقات ٹھیک ٹھیک معلوم ہو سکیں، اس لیے کبھی دو تہائی رات تک عبادت میں گزر جاتی تھی اور کبھی یہ مدت گھٹ کر ایک تہائی رہ جاتی تھی۔

*20 In the initial command only the Prophet (peace be upon him) was addressed and only he was instructed to stand up in the Prayer by night. But since the Muslims at that time were ardently desirous of following him in everything he

did and of earning more and more good and virtues, many of the companions also performed this night Prayer regularly.

*20 ابتدائی حکم میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خطاب کیا گیا تھا، اور آپ ہی کو قیام اللیل کی ہدایت فرمائی گئی تھی، لیکن مسلمانوں میں اُس وقت حضورؐ کے اتباع اور نیکیاں کمانے کا جو غیر معمولی جذبہ پایا جاتا تھا اس کی بنا پر اکثر صحابہ کرام بھی اِس نماز کا اہتمام کرتے تھے۔

*21 As the Prayer is prolonged due mainly to a lengthy recital of the Quran, it is said: You may recite as much of the Quran as you easily can in the *tahajjud* Prayer This would automatically cause the Prayer to be shortened. Although the words here are apparently in the imperative mood, it is agreed by all that *tahajjud* is not an obligatory but a voluntary Prayer. In the Hadith, it has also been explained that on an enquiry by a person the Prophet (peace be upon him) replied: Five times Prayer in the day and night is obligatory on you. He asked: Is anything besides this is also binding on me. The Prophet said: No, unless you may like to offer something of your own accord. (Bukhari, Muslim). This verse also shows another thing. Just as the bowing (*ruku*) and prostration (*sajdah*) are obligatory in the Prayer, so is the recital of the Quran. For just as Allah at other places has used the words *ruku* and *sajdah* for the prayer, so here He has mentioned recital of the Quran, which implies its recital in the Prayer. If somebody objects to this conclusion, saying: When the *tahajjud* Prayer itself is voluntary, how can recital of the Quran in it be obligatory? The answer is: Even in case of the voluntary Prayer it is incumbent on one to fulfill all the

pre-requisites of the Prayer and to perform all its basic elements and obligatory parts. No one can say that in case of the voluntary Prayer, purity of the garments and body, ablutions and concealment of the *satar* (minimal part of the body to be covered) are not obligatory, and the standing up and sitting and performance of *ruku* and *sajdah* in it are also only voluntary.

*21 چونکہ نماز میں طول زیادہ تر قرآن کی طویل قرأت ہی سے ہوتا ہے، اس لیے فرمایا کہ تہجد کی نماز میں جتنا قرآن بسہولت پڑھ سکو پڑھ لیا کرو، اس سے نماز کی طوالت میں آپ سے آپ تخفیف ہو جائے گی۔ اس ارشاد کے الفاظ اگرچہ بظاہر حکم کے ہیں، لیکن یہ امر متفق علیہ ہے کہ تہجد فرض نہیں بلکہ نفل ہے۔ حدیث میں بھی صراحت ہے کہ ایک شخص کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا کبھی کوئی چیز مجھ پر لازم ہے ؟ جواب میں ارشاد ہوا "الاّ یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ پڑھو" (بخاری و مسلم)۔

اس آیت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ نماز میں جس طرح رکوع و سجود فرض ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرأت بھی فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح دوسرے مقامات پر رکوع یا سجود کے الفاظ استعمال کر کے نماز مراد لی ہے، اسی طرح یہاں قرآن کی قرأت کا ذکر کیا ہے اور مراد اس سے نماز میں قرآن پڑھنا ہے ۔ اِس استنباط پر اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب نماز تہجد خود نفل ہے تو اس میں قرآن پڑھنا کیسے فرض ہو سکتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز بھی جب آدمی پڑھے تو اس میں نماز کی تمام شرائط پوری کرنا اور اس کے تمام ارکان و فرائض ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ نفل نماز کے لیے کپڑوں کی طہارت، جسم کا پاک ہونا، وضو کرنا، اور ستر چھپانا واجب نہیں ہے اور اس میں قیام وقعود اور رکوع و سجود بھی نفل ہی ہیں۔

*22 Travelling to earn one’s living by lawful and permissible methods has been described in many places in

the Quran as the seeking of Allah's bounty.

22* جائز اور حلال طریقوں سے رزق کمانے کے لیے سفر کرنے کو قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ کا فضل تلاش کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

*23 Here, the way Allah has made mention of seeking pure livelihood and fighting in the way of Allah together and declared these two, besides the compulsion on account of illness, as reasons for exemption from the *tahajjud* Prayer, or concession in it, shows how meritorious it is in Islam to earn one's livelihood by lawful methods. In the Hadith, Abdullah bin Masud has reported that the Prophet (peace be upon him) said: The person who came to a city of the Muslims with food grains and sold it at the rate of the day, will attain to a place nearest to Allah, and then the Prophet (peace be upon him) recited this very verse. (lbn Marduyah). Umar once said: Except for fighting in the way of Allah, the state in which I would love to be overtaken by death, is the state when I am overtaken by it while passing through a mountain pass in search of livelihood and then he recited this very verse. (Baihaqi, Shuab al-Iman).

23* یہاں اللہ تعالیٰ نے پاک رزق کی تلاش اور جہاد فی سبیل اللہ کا ذکر جس طرح ایک ساتھ کیا ہے اور بیماری کی مجبوری کے علاوہ اِن دونوں کاموں کو نماز تہجد سے معافی یا اس میں تخفیف کا سبب قرار دیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں جائز طریقوں سے روزی کمانے کی کتنی بڑی فضیلت ہے۔ حدیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مامن جالبٍ یجلبُ طعامًا الی بلد من بلدٍ ان المسلمین فیبیعہ لِسعرِ یومہٖ الا کانت منزلتہٗ عند اللہ ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اٰخرون یضربون فی الارض۔۔۔ "جو شخص مسلمانوں کے کسی شہر میں غلہ لے کر آیا اور اُس روز کے

بھاؤ پر اسے بیچ دیا اس کو اللہ کا قرب نصیب ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی"(ابن مَرْدُوْیَہ)۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ فرمایا ما من حال یا تینی علیہ الموت بعد الجھاد فی سبیل اللہ احبّ الی من ان یا تینی و انا بین شِعبتَیَ جبل التمس من فضل اللہ و قرأ ھٰذا الاٰ یتہ۔"جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی درے سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آجائے، پھر انہوں نے یہی آیت پڑھی"(بَیْہَقی فی شُعَب الایمان)۔

*24 Commentators agree that this implies observance of the obligatory Prayer five times a day and giving away of the obligatory zakat.

24*مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پنجوقتہ فرض نماز اور فرض زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

*25 Ibn Zaid says this implies spending one's wealth in the cause of Allah besides the zakat, whether it is in the cause of fighting in the way of Allah, or for helping the needy, or for public utilities, or other good works. The meaning of giving to Allah a good loan has been explained at several places above. See E.N. 267 of Surah Al-Baqarah; E.N. 33 of Surah Al-Maidah; E.N. 16 of Surah Al-Hadid).

25*ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ اپنا مال خدا کی راہ میں صرف کرنا ہے، خواہ وہ جہاد فی سبیل اللہ ہو، یا بندگانِ خدا کی مدد ہو، یا رفاہِ عام ہو، یا دوسرے بھلائی کے کام۔ اللہ کو قرض دینے اور اچھا قرض دینے کے مطلب کی تشریح ہم اس سے پہلے متعدد مقامات پر کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اوّل، البقرہ، حاشیہ ۲۶۷۔ المائدہ، حاشیہ ۳۳۔ جلد پنجم، الحدید، حاشیہ ۱۶۔

*26 It means: Whatever you have sent forward for the good of your Hereafter is more beneficial for you than what you withheld in the world and did not spend in any good cause

for the pleasure of Allah. According to a Hadith reported by Abdullah bin Masud the Prophet (peace be upon him) once asked: Which of you has a greater love for his own wealth than for the wealth of his heir. The people said: There is none among us, O Messenger of Allah, who would not have greater love for his own wealth than for the wealth of his heir. He said: Consider well what you are saying. The people submitted: This indeed is our considered opinion, O Messenger of Allah. Thereupon the Prophet (peace be upon him) said: Your own property is only that which you have sent forward (for the good of your Hereafter), and whatever you held back, indeed belongs to the heir. (Bukhari. Nasai, Musnad Abu Yala).

*26 "مطلب یہ ہے کہ تم نے آگے اپنی آخرت کے لیے جو کچھ بھیج دیا وہ تمہارے لیے اُس سے زیادہ نافع ہے جو تم نے دنیا ہی میں روک رکھا اور کسی بھلائی کے کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خرچ نہ کیا۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ایکم مالہ احب الیہ من مال وارثہ؟ ''تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے؟" لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ فرمایا اعملو ا ما تقولون۔ "سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا حال واقعی یہی ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: انما مال احدکم ماقدّم و مال وارثہ ما اخّر۔ ''تمہارا اپنا مال تو وہ ہے جو تم نے اپنی آخرت کے لیے بھیج دیا۔ اور جو کچھ تم نے روک کر رکھا وہ تو وارث کا مال ہے"۔ (بخاری۔ نسائی۔ مسند احمد ابو یعلیٰ)